جناب عبدالمجیب
سابق مشیر حکومت سعودی عرب

قرآنی لفظ ولی/ اولیاء کے معنی و مفہوم کی بحث

روزنامہ جنگ (۱۴ جولائی ۲۰۰۳) میں سورۂ مائدہ کی ایک آیت کے لفظ ''اولیاء'' کے حوالے سے یہود و نصاریٰ کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہؒ کا مبینہ بیان جناب جاوید چودھری نے اپنے کالم میں نقل کیا ہے' لیکن نہ تو آیت کا مکمل متن نقل ہوا ہے اور نہ ہی آیت کا نمبر شمار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں لازم تھیں۔ خیر۔ یہ آیت سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ ہے اور اس کا پورا متن یہ ہے کہ ''یا یھا الذین آمنوا لا تتخذو الیھود و النصٰرٰی اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ' منھم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین'' اس آیت کے لفظ ''اولیاء'' کا ترجمہ ''دوست'' ہوتا ہے۔ مثلاً شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے اس آیت کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست' وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے' اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کی''

اس ترجمہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تشریحی حاشیہ یہ لکھا ہے کہ ''یعنی جو لوگ دشمنانِ اسلام سے موالات (دوستی) کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں' ایسی بد بخت' معاند اور دغا باز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کبھی راہ راست پر آئے گی''۔

اسی آیت کے ترجمہ و تشریح کے متعلق اب ڈاکٹر حمید اللہؒ کا مبینہ بیان یہ نقل ہوا ہے کہ ''قرآن مجید میں ولی کا لفظ ہے' دوست کا نہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں (یہود و نصاریٰ کو) حاکم کے طور پر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اب رہی تعلقات قائم کرنے اور (اسرائیل کو) تسلیم کرنے کی بات تو ...... کچھ لچک پیدا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں'' بالفاظ دیگر پروفیسر حمید اللہؒ نے لفظ اولیاء کا ترجمہ ''دوست'' کی بجائے ''حاکم'' کیا ہے۔ ترجمہ میں اس اختلاف کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ سمجھنے کے لئے چند نکات پیش خدمت ہیں:

۱۔ عربی زبان میں لفظ ولی/ اولیاء (ولی کی جمع) کے دو معنی و مفہوم ہوتے ہیں۔ ایک بمعنی دوست و مددگار اور دوسرا بمعنی سرپرست و کارساز۔ لہٰذا قرآن مجید میں بھی یہ لفظ کہیں پہلے معنی میں اور کہیں دوسرے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی دو آیات (سورۃ یونس۔ آیت ۶۲/ سورۂ جمعہ۔ آیت ۶) میں مخصوص بندوں کو ''اولیاء اللہ'' کہا گیا ہے'

جسکے صافی معنیٰ ''اللہ کے دوست'' ہیں نہ کہ ''اللہ کے سرپرست'' (نعوذ باللہ)۔ اس لحاظ سے ان دونوں آیات میں اگر اولیاء اللہ سے مراد اللہ کے سرپرست/ حاکم لیا جائے تو وہ قطعی کفر کے مترادف ہو جائیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ولی یا اولیاء کے معنی ہر جگہ اور ہمیشہ سرپرست یا کارساز یا حاکم کے نہیں ہو سکتے' جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تشریح سے گمان ہوتا ہے۔

۲۔ کسی بھی آیت میں ولی/ اولیاء کے مفہوم کو متعین کرنے کے لئے آیت کا پورا متن اور اس کا سیاق وسباق دیکھنا بھی ضروری ہے۔ میرے مطالعہ قرآن کے حساب سے قرآن حکیم کی کل ۳۰ سورتوں (بقرہ تا رعد' نحل تا مریم' فرقان' نمل' عنکبوت' سجدہ تا سبا' زمر' حٰم السجدہ' شوریٰ' جاثیہ' احقاف' فتح' ممتحنہ اور جمعہ) میں کل ۸۶ مرتبہ ولی/ اولیاء آیا ہے' جن میں بہ اعتبار متن اور سیاق وسباق ۳۹ مقامات پر اس سے مراد دوست ہے اور ۴۷ مقامات پر اس سے مراد سرپرست یا کارساز ہے۔

آیت زیر بحث (مائدہ۔۵۱) میں اولیاء دوبارا استعمال ہوا ہے اور آیت کا پورا متن ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہاں دونوں مقامات پر اولیاء سے مراد دوست ہے' نہ کہ سرپرست یا حاکم' جیسا کہ مندرجہ بالا پورے ترجمہ سے واضح ہو جاتا ہے' پھر ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے' آیت کے متن/ ترجمے میں نہ صرف دو جگہ لفظ دوست استعمال ہوا ہے' بلکہ آگے ایک تیسری جگہ پر لفظ دوستی بھی استعمال ہوا ہے نہ کہ لفظ حکمرانی۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں تذکرہ دوست اور ان کی باہمی دوستی کا ہو رہا ہے نہ کہ حکمراں اور ان کی باہمی حکمرانی کا۔

۳۔ اگر ڈاکٹر حمید اللہؒ کے قول مبینہ کے مطابق وہاں (مائدہ۔۵۱) کی دونوں جگہ پر اولیاء سے مراد ''حاکم'' لیا جائے تو پوری آیت کا مفہوم بالکل ہی خبط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی بھی دو فریق آپس میں ایک دوسرے کے دوست تو بنتے بھی ہیں۔ مگر وہ آپس میں ایک دوسرے کے حاکم نہ بنتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو حاکم بناتے ہیں۔ آخر فطرت انسانی کے خلاف ایسا حاکم والا معاملہ کیسے ظہور پذیر ہو سکتا ہے؟ لہذا اس آیت میں اللہ کے فرمان کا صحیح معنی ومفہوم یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہود و نصاریٰ (مخالفین اسلام) کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اس لئے کہ وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں (برائے مخالفت اسلام) اور اگر پھر بھی یہود اور نصاریٰ سے دوستی کرو گے تو تمہارا شمار بھی ان ہی یہود اور نصاریٰ میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔ اس موقع پر بہتر ہے کہ قارئین کرام اوپر پیش کردہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ترجمہ آیت اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کی تشریح پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں تاکہ بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے۔ اس کے علاوہ دیگر نامور مترجمین اور مفسرین یعنی شاہ عبد القادرؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا فتح محمد جالندھریؒ مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ وغیرہ نے بھی اس آیت کا یہ ہی مطلب و مفہوم بیان کیا ہے۔

۴۔ آیت زیر بحث کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہؒ کے مبینہ بیان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے یہودی

ریاست تسلیم کی جاسکتی ہے۔اس مشورے پر مسلمانوں کو غور کرنے سے پہلے ایک اہم ترین قرآنی حقیقت سامنے رکھنا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد قوموں کے خلاف فردِ جرم (Charge Sheets) عائد کی ہیں' تاہم ان میں سب سے لمبی اور سرفہرست فردِ جرم (Charge Sheet) قوم یہود کے خلاف ہے۔ بالفاظ دیگر سب سے پہلے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے کہ اللہ کے ہاں دنیا میں مجرموں کے سرخیل و سرتاج صرف یہود ہیں۔اسی اعتراف حقیقت سے یہودی ریاست کا صحیح مرتبہ (Status) بھی ہمیشہ کے لئے متعین ہوجاتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے کہ ایسی یہودی ریاست تسلیم کی جاسکتی ہے یا نہیں۔

۵۔ یہود سے متعلق آیت زیر بحث کے تحت دونوں منفی پہلوؤں (یہود کو دوست نہ بنانے اور یہودی ریاست کو تسلیم نہ کرنے) کی تصدیق و توثیق عصرِ جدید کے زمینی حقائق بھی کرتے ہیں۔امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں نے مل کر اعلان بالفور ۱۹۱۷ء کے ذریعہ مسلمانوں کی ارض فلسطین پر ۱۹۴۸ء میں ناجائز قبضہ کرکے اسرائیل قائم کیا۔ پھر ۱۹۶۷ء میں بزور اور زبردستی حدود اسرائیل میں توسیع کی گئی اور اب لمحہ موجود میں یہود اپنا اصل توسیعی منصوبہ یعنی اسرائیل عظمیٰ (Greater Israel) کا باقاعدہ پورا نقشہ مشتہر کرچکے ہیں کہ جسمیں مدینہ منورہ تک کے سارے علاقے کو ہتھیانے کا اعلان اور پلان ہے۔کیا ایسے ناپاک اور خطرناک عزائم رکھنے والے دنیا کے واحد اقراری مجرم (اسرائیل) کو پھر بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب آیت زیر بحث' بیان کردہ قرآنی حقیقت فرد جرم (Charge Sheet) بخلاف یہود اور مذکورہ زمینی حقائق' تینوں نکات کی رو سے بہت سیدھا اور سادہ ہے کہ نہیں' ہرگز نہیں

بقیہ صفحہ نمبر ۱۵ سے: عالم اسلام کا قابل فخر فلسفی ابن رشد

چرچ کے اراکین نے جیسا کہ مورخین رقم طراز ہیں' کلیسا کے مروجہ طور طریق کی عوامی مخالفت کے پیش نظر علم و حکمت کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا' اور وہ عیسائی علماء جنہوں نے ابن رشد کے علوم سے استفادہ کیا' واجب سزا قرار پائے' ان سیاہ ایام میں بھی چند عیسائی دانشوروں نے چرچ کے ان سخت گیر نظریات کے خلاف پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد ڈالی' یورپ میں ابن رشد کے فلسفہ کو دین عیسوی کے مروجہ فکر و نظر کے برخلاف حاصل کیا' اس طرح یورپ کے ایک طبقہ میں علمی بیداری پیدا ہوئی اور وہ علوم و فنون کی جانب راغب ہوئے۔یورپ کے اکثر شعراء نے ابن رشد کو اقلیدس' بطلیموس اور جالینوس کی طرح میدان علم و حکمت میں قابل تعظیم قرار دیا' عیسائیوں کا ایک فرقہ جس کا نام فرانسسکن تھا' ابن رشد کے خیال و نظریات علمی کا قائل اور معتقد تھا' سترھویں صدی تک کہتے ہیں کہ ابن رشد کو ارسطو سے زیادہ قدر و منزلت حاصل تھی' بلاذ یورپ کے اکثر قدیم طلباء اس کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔